مسئلہ سود اور قرآن کریم

(از جناب مولوی سید احمد قادری صاحب مدرس مدرسہ شمس الہدیٰ پٹنہ)

انسانوں کو قتل کرنے کے بہت سے آلات ہیں، سود بھی ان میں کا ایک مہلک ترین آلہ ہے۔ ڈاکے ڈالنے کے بہت سے طریقے ہیں، سود بھی ان میں کا ایک ہولناک طریقہ ہے۔ بہت سے زہر ایسے قاتل ہیں کہ ان کا ایک قطرہ بڑے سے بڑے قوی ہیکل انسان کو چشم زدن میں موت کے گھاٹ اتار دیتا ہے اور اب بہت سے ایسے بھی بنا لیے گئے ہیں کہ ان کے استعمال سے انسان فوراً نہیں مرتا بلکہ مہینوں اور برسوں کے بعد مرتا ہے اور کسی کو پتہ بھی نہیں چلتا کہ اس کی موت زہر سے واقع ہوئی ہے۔ سود بھی اسی قسم کا ایک زہر ہے اور لطف یہ ہے کہ یہ قتل، یہ ڈاکا، یہ زہر خورانی حکومتوں کے قانون کے ماتحت اور ان کی سنگینوں کے سایے میں ہو رہی ہے اور اس کی تاریخ دنیا کے دیگر مفاسد کی طرح بہت قدیم ہے۔ آج سے سینکڑوں برس پہلے اسلام نے اس ظلم کو سختی کے ساتھ روکا تھا اور اس شجر خبیث کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکا تھا۔ تقریباً ایک ہزار سال تک دنیا کے کروروں انسان سود کی لعنت سے محفوظ تھے: کوئی انسان کسی دوسرے انسان کو سودی کاروبار کے ذریعہ تباہ و برباد نہیں کر سکتا تھا۔ دنیا کے ان تمام خطوں میں جہاں دین اسلام کو ماننے والوں کا پرچم اقبال لہراتا تھا سودی کاروبار کی قانوناً ممانعت تھی اور مسلمان تو مسلمان غیر مسلم بھی آپس میں یہ کاروبار نہیں کر سکتے تھے کیونکہ سود ایک ظلم صریح ہے چاہے مسلمان مسلمان سے لے یا کافر کافر سے، اور ظاہر ہے کہ اسلام تمام دنیا سے ظلم کو مٹانے آیا تھا نہ کہ اس کو کسی جگہ روکنے اور کسی جگہ جائز کرنے۔ سود کی حقیقت کیا ہے؟ اس کو ہر سود خوار جانتا ہے خرید و فروخت کی اصطلاح اور معاملات کی زبان میں سود کس کو کہتے ہیں ہر سیٹھ، ساہوکار، اور مہاجن جانتا ہے اور اگر کوئی نہیں جانتا ہے تو اسے سود کی حقیقت جاننے کے لیے فقہی کتابوں کی ورق گردانی کرنے کے بجائے

دنیا کی معاشی تباہی کی تاریخ پڑھنی چاہیے جس کا ایک ایک صفحہ اس لفظ کی ہولناک تشریح کرتا ہے اور اگر گزشتہ تاریخ سے تشفی نہ ہو تو اس وقت دنیا کا معاشی بحران ایک مبسوط کتاب کی طرح آنکھوں کے سامنے ہے جس کی سطر سطر میں ربا اپنی تمام تباہ کاریوں اور خونچکانیوں کے ساتھ جلوہ گر ہے ــــ ہمیں یہاں سود خواری کی تاریخ اور اس کی تباہ کاریوں پر بحث کرنی نہیں ہے ۔ ہمیں تو یہاں یہ سمجھنا ہے کہ دین اسلام نے سود کی ممانعت کس انداز میں کی ہے ، آیا اس نے اس کا پھاٹک بالکل بند کر دیا ہے یا کوئی چور دروازہ کھلا بھی چھوڑا ہے ؟ آیا اس نے اس کاروبار کے ذریعہ حاصل کی ہوئی دولت کو ہر وقت اور ہر جگہ حرام قرار دیا ہے یا کہیں حلال بھی کیا ہے ؟ آیا کسی انسان کو چار روپے قرض دے کر اس سے کچھ دنوں کے بعد آٹھ روپے وصول کرنے کو ہر جگہ سود ہی قرار دیا ہے یا کہیں سود اور کہیں کچھ اور ؟ دراصل انہی سوالات کا حل ہمارا مقصود ہے اور ہم سمجھنا چاہتے ہیں کہ حقیقت کیا ہے ؟ اس کو سمجھنے کے لیے سب سے پہلی اور سب سے اہم چیز ہمارے پاس قرآن کریم ہے ۔

قرآن کریم کی ان آیتوں کو جو ربا کے متعلق نازل ہوئی ہیں دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ شراب کی طرح ربا کی حرمت بھی بتدریج ہوئی ہے اور شارع اسلام محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے دو سال پہلے ربا کامل و مطلق حرام قرار دیا گیا ہے ۔

تحریم ربا کی تمہید ابھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم مکہ ہی میں تھے کہ یہ آیت نازل ہوئی :

وَمَا آتَيْتُمْ مِنْ رِبًا لِيَرْبُوَ فِي أَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُو عِنْدَ اللَّهِ وَمَا آتَيْتُمْ مِنْ زَكَاةٍ تُرِيدُونَ وَجْهَ اللَّهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُونَ (روم - ۳۹)

اور جو دیتے ہو بیاج پر کہ بڑھتا رہے لوگوں کے مال میں سو وہ نہیں بڑھتا اللہ کے یہاں اور جو دیتے ہو پاک دل سے چاہ کر رضامندی اللہ کی سو یہ وہی ہیں جن کے دونے ہوئے ۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ سود کے ذریعہ مال جو بڑھتا نظر آتا ہے وہ حقیقت میں بڑھتا نہیں گھٹتا ہے اور اللہ کی رضامندی کے لیے جو مال بغیر کسی عوض کے خرچ کیا جاتا ہے وہ گھٹتا نظر آتا ہے حالانکہ گھٹتا نہیں بلکہ بڑھتا رہتا ہے اس لیے کہ ترقی و انحطاط اور بڑھاؤ گھٹاؤ کے جانچنے کی اصل کسوٹی اللہ کی

رضامندی ہے جس مال کی زیادتی سے وہ ناخوش ہوتا ہے وہ ہزار بڑھے لیکن انجام کار صاحب مال گھاٹے ہی میں رہے گا اور چاہے دنیا میں وہ صاحب مال قارون ہی کیوں نہ بن جائے لیکن اللہ کے نزدیک اس کی وقعت مچھر کے پر کے برابر بھی نہ ہوگی، جس مال کی کمی سے وہ خوش ہوتا ہے وہ ہزار گھٹے لیکن انجام کار صاحب مال نفع ہی میں رہے گا اور چاہے دنیا میں وہ صاحب مال اللہ کی راہ میں اپنی دولت لٹا کر کے بالکل مفلس ہی کیوں نہ ہو گیا ہو اللہ کے نزدیک ہزاروں برلا اور لاکھوں شالاک اس کی جوتیوں کی خاک برابر بھی نہ ہوں گے۔ یہ آیت مسلمانوں کے لیے ایک تمہید و تنبیہ تھی اس بات کے لیے کہ آئندہ ربا کے متعلق اللہ تعالیٰ کیا رویہ اختیار کرنے والا ہے۔

مدینہ منورہ میں مسلمانوں کو جماعتی زندگی میسر ہوئی اور کچھ سکون ملا، مدینہ اور اس کے آس پاس اوس وخزرج کے علاوہ یہودیوں کے بھی متعدد مضبوط اور مالدار قبیلے آباد تھے اور نہایت ہولناک قسم کے سود خوار تھے اور انھوں نے اپنی دینی ممانعت کے باوجود اوس وخزرج سے بلکہ ہر غیر اسرائیلی[1] سے سود لینے کو جائز بنالیا تھا اور ان قبیلوں کا بند بند یہودیوں کے سودی کاروبار کے جال میں کسا ہوا تھا اور سود در سود کا انتہائی ظالمانہ جال ہر طرف بچھا ہوا تھا۔ غزوۂ احد کے بعد سود کی حرمت باین الفاظ نازل ہوئی:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا الرِّبَا أَضْعَافًا مُضَاعَفَةً وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝ وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ	(آل عمران)	اے ایمان والو! نہ کھاؤ سود دو گنا چوگنا کر کے اور اللہ سے ڈرو تاکہ تم فلاح پاؤ اور اس آگ سے ڈرو جو کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے۔

اس آیت نے مسلمانوں پر سود در سود کا دروازہ بند کر دیا اور ان کے لیے حرام ہو گیا کہ سود در سود کا کوئی معاملہ کریں۔ عہد تنزیل میں بھی سود در سود کی یہی صورت تھی جو آج ہندوستان کے بنیے، سیٹھ اور مہاجن کرتے ہیں مثلاً کچھ مدت کے لیے سو روپے دیے اور ادا نہ ہونے کی صورت میں ماہ بماہ سال بسال سود در سود بڑھاتے گئے یہاں تک کہ اسی سو روپے میں مدیون کی ہزاروں روپے کی جائداد کے مالک

---

[1] قرآن نے متعدد آیتوں میں یہودیوں کی سود خواری کا ذکر کیا ہے البتہ بتایا ہے کہ ان لوگوں نے عام ممانعت کے باوجود محض اپنی عقلی قیاس آرائی سے اپنے قبائل کے علاوہ غیر اسرائیلیوں سے سود لینا جائز بنا لیا تھا۔

بن گئے۔ ابن جریر اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

وکان اکلهم ذلك فی جاهلیتهم ان الرجل منهم کان یکون له علی الرجل مال الی اجل فاذا حل الاجل طلبه من صاحبه فیقول له الذی علیه المال اخر عنی دینك وازیدك علی مالك فیفعلان ذلك فذلك هو الربا اضعافاً مضاعفة فنهاهم الله عزوجل فی اسلامهم عنه

جاہلیت میں ان کے سود در سود کھانے کا طریقہ یہ تھا کہ کسی شخص کا کسی شخص پر مقررہ مدت تک کا کوئی دین ہوتا، جب مدت پوری ہو جاتی تو وہ مدیون سے طلب کرتا مدیون کہتا کہ قرض کے ادا کرنے کی مدت بڑھا دو ہم تمھارے اصل مال میں اضافہ کر دیتے ہیں، اس طرح یہ معاملہ دونوں میں طے ہو جاتا پس یہی تھا سود در سود پر دینا۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اسلام میں اس سے روک دیا۔

جاہلیت کے سود کا معاملہ ایک دفعہ پر ختم نہیں ہوتا تھا بلکہ ہر سال بڑھتا جاتا تھا اور اس کے بڑھنے کی کوئی حد نہ تھی:

کان الرجل منهم اذا بلغ الدین محله زاد فی الاجل وهکذا مرة بعد اخری حتی استغرق بالشیء الطفیف مال المدیون

ان میں کا کوئی قرض خواہ جب اس کے قرض کے ادا ہونے کا وقت آجاتا تو وہ مدت بڑھا دیتا اور اسی طرح بدفعات بڑھتا جاتا یہاں تک کہ تھوڑی چیز کے بدلے میں مدیون کے پورے مال پر قبضہ کر لیتا۔

اس آیت کے نزول کے بعد وہ تمام مسلمان جن کو اس آیت کی خبر مل گئی سود در سود کے کاروبار سے رک گئے۔ اس رکاوٹ و ممانعت سے یہود اور کفار کو سخت نقصان پہنچا کیونکہ اب وہ مسلمانوں کو سود کے جال میں کس نہیں سکتے تھے اس لیے انھوں نے کہنا شروع کیا کہ بیع و ربا میں فرق ہی کیا ہے، یہ عجیب بات ہے کہ بیع کو تو جائز قرار دیا جائے اور سود کو حرام کیا جائے کیونکہ زیادتی دونوں میں ہوتی ہے۔ دو روپے کی چیز چار روپے میں بیچنا جائز ہو اور دو روپے کے بدلے میں چار روپے لینا ناجائز ہو یہ بات سمجھ میں نہیں آتی۔ غرض وہ لوگ جھنجھلا جھنجھلا کر اسی قسم کی ہفوات بکنے لگے یہاں تک کہ ۹ھ میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کا جواب دیتے ہوئے سود کو بالکل حرام کر دیا اور حرمت ربا کی آیت مطلق نازل

اَلَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا یَقُوْمُوْنَ
اِلَّا کَمَا یَقُوْمُ الَّذِیْ یَتَخَبَّطُہُ الشَّیْطٰنُ
مِنَ الْمَسِّ، ذٰلِکَ بِاَنَّھُمْ قَالُوْا اِنَّمَا
الْبَیْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا وَاَحَلَّ اللّٰہُ الْبَیْعَ
وَحَرَّمَ الرِّبٰوا (بقرہ - ۲۷۵)

جو لوگ کھاتے ہیں سود نہیں اٹھیں گے قیامت کو مگر جس طرح اٹھتا ہے وہ شخص کہ جس کے حواس کھو دیے ہوں جن نے لپٹ کر یہ حالت ان کی اس واسطے ہوگی کہ انھوں نے کہا کہ سوداگری بھی تو ایسی ہی ہے جیسے سود لینا حالانکہ اللہ نے حلال کیا ہے سوداگری کو اور حرام کیا ہے سود کو۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں سود خواروں کے دنیوی و اخروی حال کا پورا پورا نقشہ کھینچا ہے اور یہود و مشرکین کے قول کو رد کرتے ہوئے قیامت تک کے لیے تمام بنی نوع انسان کے لیے بیع کو حلال اور ربا کو حرام کر دیا ہے۔ اس آیت کے نزول کے بعد کسی مسلمان کے لیے جائز نہ رہا کہ کسی سے سود لے اور کسی کو سود دے۔ اب سوال ان سودی رقموں کا باقی تھا جو وصول ہو کر لوگوں کے قبضہ میں آچکی تھیں یا قرض داروں کے ذمہ باقی تھیں اس لیے ان کے متعلق الگ احکامات نازل ہوئے۔ سودی رقم جو قبضے میں آچکی تھی اس کے متعلق یہ آیت اتری:

فَمَنْ جَآءَہٗ مَوْعِظَۃٌ مِّنْ رَّبِّہٖ
فَانْتَھٰی فَلَہٗ مَا سَلَفَ، وَاَمْرُہٗٓ اِلَی اللّٰہِ
وَمَنْ عَادَ فَاُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِ
ھُمْ فِیْھَا خٰلِدُوْنَ (بقرہ - ۲۷۵)

پس جس کے پاس اس کے رب کی ممانعت آئی اور وہ رک رہا تو اس کے لیے ہے جو اس نے پہلے کیا اور اس کا معاملہ اللہ کے حوالے ہے اور جس نے پھر کیا تو وہ جہنم والے ہیں۔ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

یعنی جس شخص تک تحریم ربا کا حکم پہنچ گیا ہے اور اس نے یہ حکم معلوم کرتے ہی بلا تردد اور بغیر کسی تاخیر و تراخی کے سودی کاروبار ترک کر دیا تو وہ اس رقم کا جس پر قبضہ کر چکا ہے مالک ہو گیا اس کو اس رقم کو مدیون تک لوٹانے کی تکلیف نہیں دی گئی لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ وہ سودی رقم اس کے لیے حلال و طیب ہے یا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو معاف کر دیا ہے بلکہ اس کا معاملہ اللہ کے حوالے ہے وہ چاہے تو معاف بھی کر سکتا ہے اور سزا بھی دے سکتا ہے، یہ تو اس شخص کے لیے ہے جو تحریم کے بعد سود خواری سے رک گیا لیکن وہ شخص جو اس تحریم کے بعد بھی باز نہ آیا اور اس نے پھر سود لیا تو وہ دوزخیوں میں سے ہے اور مدت دراز تک اس کو

اس کی سزا کتنی سخت ہو گی۔

لوگوں کے یہاں جو سودی رقمیں باقی تھیں یا جو راس المال باقی تھا اس کے متعلق یہ آیتیں نازل ہوئیں:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۔ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ (بقرہ - ۲۷۹)

اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور سود میں سے جو رہ گیا ہے اس کو چھوڑ دو اگر تم مومن ہو۔ پس اگر تم نہ کروگے تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے جنگ کے لیے خبردار ہو جاؤ اور اگر تم توبہ کروگے تو تمھارے لیے تمھارا راس المال ہے۔ نہ تم ظلم کروگے نہ تم پر ظلم کیا جائے گا۔

یہ آیتیں فتح مکہ کے بعد نازل ہوئیں اور انھوں نے سود خواری کے تمام دروازے بند کر دیے اور کہیں کوئی رخنہ کھلا نہیں چھوڑا۔ جس زور و شور اور سختی کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اس ملعون کاروبار کو حرام کیا ہے وہ قرآن کریم کے الفاظ سے ظاہر ہے۔ حرب کا لفظ پورے قرآن میں چھ جگہ استعمال ہوا ہے ان میں سے ایک یہی حالت ربا کا موقع ہے۔ اس آیت کے نزول کے بعد سودی کاروبار اسلامی حکومت کے دائرے میں بدترین جرم بن گیا اور مسلمان تو مسلمان کسی غیر مسلم کے لیے بھی جائز نہ رہا کہ یہ کاروبار کر سکے۔ قبائل سے صلح کے موقع پر ایک دفعہ یہ بھی بڑھا دی گئی کہ ان کو سودی کاروبار نہیں کرنا ہوگا، ورنہ معاہدہ صلح ٹوٹ جائے گا اور تمام سود خوار قبائل کو آگاہ کر دیا گیا کہ اگر وہ اس لین دین سے باز نہ آئے تو ان کے خلاف جنگ کی جائے گی۔

عن ابن جريج قال كانت ثقيف قد صالحت النبي صلى الله عليه وسلم على ان ما لهم من ربا على الناس وما كان للناس عليهم فهو موضوع فلما كان الفتح استعمل عتاب بن اسيد على مكة وكانت بنو عمرو بن عمير بن عوف يأخذون الربوا من المغيرة وكانت بنو المغيرة يربون لهم

ابن جریج سے مروی ہے انھوں نے کہا کہ قبیلہ ثقیف نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات پر صلح کی تھی کہ ان کا سود جو لوگوں کے ذمہ باقی ہے اور لوگوں کا سود جو ان کے ذمہ باقی ہے وہ سب باطل ہے۔ جب مکہ فتح ہوا تو عتاب بن اسید اس کے والی بنائے گئے اور بنو عمرو بنو مغیرہ سے سود لیا کرتے تھے اور بنو مغیرہ جاہلیت میں ان کو سود دیا کرتے تھے یہاں تک کہ اسلام آیا اس حال میں کہ بنو عمرو کی بڑی رقم بنو مغیرہ کے

فی الجاهلیہ فجاء الاسلام ولهم علیهم
مال کبیر فاتاهم بنو عمرو یطلبون رباهم
فابا بنو المغیرة ان یعطوهم فی الاسلام
ورفعوا ذلک الی عتاب بن اسید فکتب
عتاب الی رسول الله صلی الله علیه وسلم
فنزلت یا ایها الذین آمنوا اتقوا الله
وذروا ما بقی من الربا ان کنتم مومنین
الی ولا تظلمون فکتب بها رسول الله
صلی الله علیه وسلم الی عتاب وقال
ان رضوا والا فاذنهم بحرب (تفسیر ابن جریر ج ۳)

ذمہ باقی تھی بنو عمرو نے بنو مغیرہ سے اپنے سود کا مطالبہ
کیا انھوں نے اسلام کے بعد سود دینے سے انکار کیا
اور والی مکہ کے یہاں مقدمہ دائر کیا حضرت عتاب
نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لکھا اس کے بعد
یا ایھا الذین آمنوا الخ کی آیتیں نازل
ہوئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عتاب
کو لکھا اگر بنو عمرو راضی ہو جائیں تو خیر ورنہ ان سے
اعلان جنگ کر دو۔ ....

....

....

آیت کی اس شان نزول کے علاوہ ابن جریر اور دیگر مفسرین نے یہ بھی لکھا ہے کہ یہ آیتیں حضرت عباس اور ان کے ایک شریک کی شان میں نازل ہوئیں جو اسلام سے پہلے سودی کاروبار کرتے تھے اور ان کی سودی رقمیں لوگوں کے ذمہ باقی تھیں۔ فتح مکہ کے بعد ان لوگوں نے اس کا مطالبہ شروع کیا تو یہ آیتیں نازل ہوئیں اور حضرت عباس نے نہ صرف یہ کہ سودی رقم معاف کر دی بلکہ راس المال بھی صدقہ کر دیا۔ غرض یہ کہ ان آیتوں نے اس لین دین کا قصہ بالکل چکا دیا اور اس کو بہر نوع و بہر طور محرم ابدی قرار دیدیا۔

مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ نے اس آیت سے جو مسئلہ سمجھا ہے اس کا ذکر بھی بیان مناسب ہے۔ وہ تحریر فرماتے ہیں:

"مسئلہ جو احقر نے اس آیت سے سمجھا ہے، دار الحرب میں حربی سے سود لینا حرام ہے کیونکہ یہ بقایا زمانۂ جاہلیت کا تھا جبکہ مکہ دار الحرب تھا اگر یہ معاملہ حلال ہوتا تو حلال معاملہ سے جو حق واجب ہو اس کا مطالبہ ہر حال میں درست ہے گو مطالبہ کے وقت وہ معاملہ ناجائز ہو مثلاً ایک نصرانی

نے دوسرے نصرانی سے ایک روپیہ کی شراب خریدی ان کے لیے معاملہ حلال تھا پھر دونوں مسلمان ہو گئے، باوجودیکہ اب ایسی بیع وشرا درست نہیں مگر پچھلا روپیہ وصول کرنا درست ہے پس جب ربا میں پچھلا بقایا لینے کی اجازت نہ ہوئی، معلوم ہوا کہ اس وقت بھی حلال نہ تھا پھر حربی حربی میں درست نہ ہوا تو مسلم اور حربی میں کیسے درست ہوگا۔ رہا لیا ہوا واپس نہ لینا یہ تخفیف تھی بعذر عدم علم تحریم کے، واسطے دفع حرج کثیر اور نفعی روایت جو اس کے متعلق مشہور ہے احقر کے نزدیک اس کی خاص تفسیر ہے۔" (بیان القرآن)

بلحاظ نزول، قرآن کی آخری آیت قرآن کریم کی وہ آیت کونسی ہے جو سب سے آخر میں نازل ہوئی؟ اس سوال کے جواب میں معمولی اختلاف سے قطع نظر اتنا باتفاق ثابت ہے کہ احکام کے سلسلے کی سب سے آخری آیت، آیت ربا ہے۔ سید محمد رشید رضا مصری "لکھتے ہیں:

"بخاری نے حضرت عبد اللہ بن عباس سے روایت کی ہے کہ آخری آیت جو نازل ہوئی وہ آیت ربا ہے۔ بیہقی نے حضرت عمر سے اسی کے مثل روایت کی ہے اتقان میں ہے کہ اس سے مراد آیت يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا ہے۔ امام احمد اور ابن ماجہ نے حضرت عمر سے روایت کی ہے کہ سب سے آخر میں آیت ربا نازل ہوئی۔ ابن مردویہ نے بطریق سعید بن جبیر اور ابن جریر نے بطریق عوفی وضحاک ابن عباس سے ایسی ہی روایت کی ہے اس آیت کے نزول اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات میں کل ۸۱ دن کا فرق ہے۔ ابن ابی حاتم نے سعید بن جبیر سے روایت کی ہے کہ اس آیت کے نزول کے بعد آپ نو شب زندہ رہے اور اسی کے مثل ابن جریر نے ابن جریج سے روایت کی ہے ابو عبیدہ نے ابن شہاب سے روایت کی ہے کہ آخری آیت، آیت ربا اور آیت دین ہے۔ سیوطی نے اس کے بعد لکھا ہے کہ میرے نزدیک ان روایات (یعنی آیت ربا و آیت دین و آیت واتقوا) میں کوئی منافات نہیں ہے کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ یہ تمام آیتیں بیک وقت نازل ہوئیں جیسا کہ مصحف میں ان کی ترتیب ہے اور یہ بات اس لیے بھی ظاہر ہے کہ یہ تمام آیتیں ایک ہی قصہ میں نازل ہوئیں پس مختلف لوگوں نے ان میں سے بعض

کے متعلق کہہ دیا کہ یہی آخری آیت ہے اور یہ صحیح ہے؛ (تفسیر شیخ محمد عبدہ، ج ۳)

ربا نسیئہ و ربا التفاضل یہاں اس چیز کو سمجھ لینا بھی اشد ضروری ہے کہ قرآن کریم نے جس سود کو اتنی سختی کے ساتھ حرام قرار دیا ہے وہ سود کیا ہے اور اس کی کیا صورت تھی، ظاہر ہے کہ قرآن کریم نے اسی سودی کاروبار کو حرام قرار دیا ہے جو نزول آیت تحریم کے وقت تمام عرب میں پھیلا ہوا تھا اور جس کو زبان رسالت نے ربا الجاہلیہ کہا ہے۔ جاہلیت کا سود کیا تھا؟ اس کے متعلق ابن جریر کی ایک روایت پہلے گزر چکی ہے اب یہاں مزید تفصیل کی جاتی ہے۔

وذلک ان الذین کانوا یاکلون الربا من اهل الجاهلیة کان اذا حل مال احدهم علی غرمه الغریم لغریمه الحق زدنی فی الاجل وازیدک فی مالک۔ (تفسیر ابن جریر)

اہل جاہلیت میں سے جو لوگ سود خوار تھے جب ان میں سے کسی کے مال کی وصولی کا وقت آتا تھا تو قرض دار قرض خواہ سے کہتا تھا تو میرے لیے وصولی کی مدت بڑھا دے میں تیرے مال میں اضافہ کر دیتا ہوں۔ ....

انما کان الربا فی الجاهلیة فی التضعیف وفی السن یکون للرجل فضل دین فیاتیه اذا حل الاجل فیقول له تقضینی او تزیدنی فان کان عنده شیء یقضیه قضی والا حوله الی السن التی فوق ذلک ان کانت ابنة مخاض یجعلها ابنة لبون فی السنة الثانیة ثم حقة ثم جذعة ثم رباعیا ثم هکذا الی فوق وفی العین یاتیه فان لم یکن عنده اضعفه فی العام القابل فان لم یکن عنده اضعفه

جاہلیت میں سودی کاروبار مال میں زیادتی اور جانوروں کے سن میں زیادتی کی صورت میں کیا جاتا تھا ان میں کا کوئی قرض خواہ مدیون کے پاس مدت پوری ہونے پر آتا قرض ادا کرتے ہو یا مال میں اضافہ کرتے ہو اگر اس کے پاس ادا کرنے کو کچھ ہوتا تو ادا کرتا ورنہ جانور کا سن بڑھا دیتا مثلاً اگر بنت مخاض باقی ہو تو دوسرے سال اس کو بنت لبون کر دیتا پھر حقہ پھر جذعہ پھر رباعی اور اسی طرح ــ اگر قرض نقد کی صورت میں ہوتا تو ہر سال نہ ادا کرنے کی صورت میں وہ رقم بڑھتی جاتی۔ سو کی رقم دو سو اور دو سو کی رقم چار سو ہر سال وہ رقم بڑھتا جاتا یا ادا کرتا..........

ایضا فتکون بأیدیہ فیجعلھا الی قابل ثم یزیدہ ....

فان لم یکن عندہ جعلہ اربعا یضعفہا لہ ....

کل سنۃ او یقضیہ (تفسیر ابن جریر ج ۴) ....

ابن جریر نے جاہلیت کے سود کے متعلق یہ بیان ایک صحابی حضرت زید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ اس روایت سے واضح ہوا کہ جاہلیت میں سود کا معاملہ قرض کے مال پر، چاہے وہ رقم ہو یا جانور، اضافہ کی صورت میں کیا جاتا تھا قرض کی صورت کے علاوہ اس وقت عرب کسی اور طرح کے سود سے واقف نہ تھے لہٰذا معلوم ہوا کہ قرآن نے اسی ربا جاہلیت یعنی ربا نسیئہ کو حرام کیا ہے۔

وسئل الامام احمد عن الربا الذی لا یشک فیہ فقال ھو ان یکون لہ دین فیقول لہ اتقضی ام تربی فان لم یقضہ زادہ فی المال وزادہ ھذا فی الاجل (تفسیر شیخ محمد عبدہ، ج ۳)

امام احمد سے ایسے سود کے بارے میں پوچھا گیا جس میں شک نہ ہو تو انھوں نے جواب دیا، یہ صورت کہ قرض خواہ مدیون سے کہتا، تو قرض ادا کرتا ہے یا بڑھاتا ہے اگر وہ ادا نہ کرتا تو قرض دار مال میں زیادتی کر دیتا اور قرض خواہ مدت ادا میں۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے اس جواب سے بھی معلوم ہوا کہ غیر مشترک اور یقینی سود ربا نسیئہ ہی ہے۔

والربا الذی کانت العرب تعرفہ وتفعلہ انما کان قرض الدراھم والدنانیر الی اجل بزیادۃ علی مقدار ما استقرض علی ما یتراضون بہ ولم یکونوا یعرفون البیع بالنقد واذا کان متفاضلا من جنس واحد ھذا کان المتعارف المشھور عندھم (احکام القرآن جصاص ج ۱) ....

وہ سود جسے عرب جانتے اور کرتے تھے درہم و دینار کا قرض ہوتا تھا ایک مقررہ مدت کے لیے قرض کی مقدار پر اضافہ کر کے، طرفین جتنے پر راضی ہو جائیں، عرب بیع نقد سے واقف نہ تھے اس طرح کہ وہ جنس واحد سے ہو اور متفاضل ہو، یہی ان کے نزدیک مشہور و متعارف تھا۔ ....

ابوبکر جصاص رازی رحمہ اللہ کی اس عبارت سے بھی واضح ہوا کہ ربا جاہلیت کیا ہے اور عرب

اس طرح سے سودی کاروبار کرتے تھے۔

مالك عن زيد بن اسلم انه قال كان الربا في الجاهلية ان يكون للرجل على الرجل الحق الى اجل فاذا حل الاجل قال اتقضي ام تربي فاذا قضى اخذ والا زاده في حقه واخر عنه في الاجل (موطا امام مالک)

مالک نے زید بن اسلم سے روایت کی ہے انھوں نے کہا جاہلیت میں ربا یہ تھا کہ کسی کا کسی پر مقررہ مدت تک کے لیے دین ہوتا جب وہ مدت پوری ہوتی وہ کہتا، تو ادا کرتا ہے یا بڑھاتا ہے اگر مدیون قرض ادا کر دیتا تو لے لیتا ورنہ اپنے دین میں اضافہ کر دیتا اور مدت ادا بڑھا دیتا۔

ان تفصیلات سے معلوم ہوا کہ جاہلیت عرب میں سودی کاروبار کی نوعیت وہی تھی جو آج ہندوستان میں مہاجنی کاروبار کی ہے۔ یعنی قرض اور دین پر سود بڑھا بڑھا کر مخلوق خدا کو لوٹنا اور تباہ کرنا۔ یہی وہ سود ہے جس کو قرآن کریم نے پوری شدت کے ساتھ روکا ہے۔ یہی وہ سود ہے جو دنیا کے لیے بدترین سی شی لعنت تھا اور ہے، اسی نے لاکھوں گھرانے اجاڑے اور ہزاروں گھرانوں کو تباہ و برباد کیا اور یہی وہ لعنت ہے جس کے جال میں پھنس کر آج بھی دنیا کے کروروں محتاج و مفلس پڑے کراہ رہے ہیں، انسانیت اس ظلم سے چیخ رہی ہے لیکن کوئی نہیں جو اس کی پکار سنے اور اس کے زخموں کا مداوا کرے ——— اس سود کے علاوہ سود کی ایک اور قسم بھی ہے جو نوع انسانی کے لیے حرام کی گئی ہے اور وہ ہے ربا الفضل۔ سود کی اس قسم کو شارع اسلام محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام قرار دیا ہے۔ ربا الفضل یہ ہے کہ مکیل و موزون یعنی ناپ تول والی اشیا کی ایک جنس کو تفاضل کے ساتھ بیچا جائے مثلاً گیہوں کو گیہوں کے ساتھ زیادتی کے ساتھ بیچا جائے یا سونا کو سونے کے ساتھ زیادتی کے ساتھ بیچا جائے۔ ایک جنس کی زیادتی بھی حرام ہے، اس کی حرمت صحیح احادیث سے ثابت ہے۔ اس کی تفصیل آگے مسئلہ سود اور احادیث نبوی کے باب میں آتی ہے۔

ولا خلاف ان هذا الربا الذي حرمه الله تعالى ولم تعرف العرب الربا الا في النسيئة منزل القرآن و زاده لا

اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ یہی وہ سود ہے جس کو اللہ نے حرام کیا عرب دین کے سوا کسی دوسرے سود سے واقف نہ تھے لہذا قرآن نے اسی سود کو حرام کیا

صلى الله عليه وسلم بيانا وحرم ربا الفضل (زرقانی علی موطا مالک)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر اضافہ کرتے ہوئے ربا الفضل کو بھی حرام کر دیا۔

زرقانی کے اس بیان سے معلوم ہوا کہ ائمہ کے درمیان اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ قرآن کریم نے جس ربا کو حرام کیا ہے وہ ربا نسیئہ ہے جس کی تفصیل اوپر گذر چکی ہے۔ امام ابو جعفر طحاوی ربا الفضل کی حرمت و عدم حرمت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے اختلافات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

ان ذلك الربا انما عنى به ربوا القرآن الذي كان اصله في النسيئة وذلك ان الرجل كان يكون له على صاحبه الدين فيقول له اجلني منه الى كذا وكذا بكذا وكذا درهما ازيدكها في دينك فيكون مشتريا لاجل بمال فنهاهم الله عز وجل بقوله يا ايها الذين آمنوا اتقوا الله وذروا ما بقي من الربا ان كنتم مؤمنين ثم جاءت السنة بتحريم الربا في التفاضل في الذهب بالذهب والفضة بالفضة وسائر الاشياء المكيلات والموزونات فكان ذلك ربوا حرم بالسنة (شرح معانی الآثار[2])

اس ربا سے مراد ربا القرآن ہے جس کی اصل ادھار اور دین میں تھی اس کی صورت یہ تھی کہ کسی کا کسی پر دین ہوتا تو مدیون کہتا مجھے اتنے اتنے درہم کے بدلے اتنی اتنی مدت دے دے تو وہ مدت مقررہ کو مال کے بدلے میں خریدتا تھا اللہ تعالیٰ نے ان کو اس معاملے سے اپنے اس قول کے ذریعہ روک دیا یا ایھا الذین امنوا اتقوا اللہ الخ پھر اس کے بعد سنت رسول نے اس ربا کو بھی حرام کر دیا جو سونا کو سونا اور چاندی کو چاندی کے ساتھ بہ تفاضل بیچنے سے لازم آتا ہے اسی طرح تمام مکیلات و موزونات میں پس یہ وہ ربا ہوا جو سنت کے ذریعہ حرام کیا گیا ہے۔

امام طحاوی کی اس عبارت سے دو باتیں بہ تصریح معلوم ہوئیں ایک تو یہ کہ ربا قرآن اور ہے ربا حدیث اور ہے۔ ربا نسیئہ وہ جسے قرآن نے حرام کیا اور ربا الفضل وہ ہے جسے حدیث نے حرام کیا۔ دوسری بات یہ کہ ربا جاہلیت پر آخری ضرب جس نے لگائی اور جس نے اس کو قانونی جرم بنایا وہ آیت یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِیَ مِنَ الرِّبٰوا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ہے جو فتح

مکہ کے بعد نازل ہوئی ہے۔

ربا النسیئہ اور ربا الفضل کی اتنی تفصیل راقم نے اس غرض سے کی ہے کہ دونوں کا فرق اچھی طرح سمجھ لیا جائے کیونکہ ان دونوں کی حرمت کو ایک سمجھ لینا صحیح نہیں ہے۔

تجارت اور سود کا اصولی فرق اس سلسلہ میں اختصار کے ساتھ اس کا ذکر بھی مناسب ہے کہ آخر وہ کیا وجوہ ہیں جن کی بنا پر تجارت کو حلال اور سود کو حرام قرار دیا گیا ہے کیونکہ منافع اور زیادتی دونوں میں ہوتی ہے۔ علماء، فقہاء اور مفسرین رحمہم اللہ نے ان دونوں کے فرق پر بہت کچھ لکھا ہے۔ یہاں نہ اس کا استقصا مقصود ہے اور نہ اس کی ضرورت ہے اس لیے راقم یہاں مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودی مدظلہ العالی نے تفہیم القرآن میں جو کچھ لکھا ہے اس کا نقل کر دینا کافی سمجھتا ہوں کیونکہ وہ مختصر اور جامع ہے:

"تجارت اور سود کا اصولی فرق جس کی بنا پر دونوں کی معاشی اور اخلاقی حیثیت ایک نہیں ہو سکتی یہ ہے:

(۱) تجارت میں بائع اور مشتری کے درمیان منافع کا مساویانہ تبادلہ ہوتا ہے کیونکہ مشتری اس چیز سے نفع اٹھاتا ہے جو اس نے بائع سے خریدی ہے اور بائع اپنی اس محنت، ذہانت اور وقت کی اجرت لیتا ہے جس کو اس نے مشتری کے لیے وہ چیز مہیا کرنے میں صرف کیا ہے۔ بخلاف اس کے سودی لین دین میں منافع کا تبادلہ برابری کے ساتھ نہیں ہوتا۔ سود لینے والا تو مال کی ایک مقررہ مقدار لے لیتا ہے جو اس کے لیے بالیقین نفع بخش ہے لیکن اس کے مقابلہ میں سود دینے والے کو صرف مہلت ملتی ہے جس کا نفع بخش ہونا یقینی نہیں۔ اگر اس نے سرمایہ اپنی ذاتی ضروریات پر خرچ کرنے کے لیے لیا ہے تب تو ظاہر ہے کہ مہلت اس کے لیے قطعی نافع نہیں ہے اور اگر وہ تجارت یا زراعت یا صنعت و حرفت میں لگانے کے لیے لیتا ہے تب بھی مہلت میں جس طرح اس کے لیے نفع کا امکان ہے اسی طرح نقصان کا بھی امکان ہے۔ پس سود کا معاملہ یا تو ایک فریق کے فائدے اور دوسرے کے نقصان پر ہوتا ہے یا ایک کے یقینی اور متعین فائدے اور دوسرے کے غیر یقینی اور غیر متعین فائدے پر۔

(۲) تجارت میں بائع مشتری سے خواہ کتنا ہی زائد منافع لے بہرحال وہ جو کچھ لیتا ہے ایک ہی بار

لیتا ہے لیکن سود کے معاملہ میں مال دینے والا اپنے مال پر مسلسل منافع وصول کرتا رہتا ہے اور وقت کی رفتار کے ساتھ ساتھ اس کا منافع بڑھتا چلا جاتا ہے۔ مدیون نے اس کے مال سے خواہ کتنا ہی فائدہ حاصل کیا ہو بہر حال اس کا فائدہ ایک خاص حد تک ہی ہوگا مگر دائن اس فائدہ کے بدلے میں جو نفع اٹھاتا ہے اس کے لئے کوئی حد نہیں ہو سکتا ہے کہ وہ مدیون کی پوری کمائی اس کے تمام وسائل معیشت حتیٰ کہ اس کے تن کے کپڑے اور گھر کے برتن تک ہضم کرلے اور پھر بھی اس کا مطالبہ باقی رہ جائے۔

(۳) تجارت میں شے اور اس کی قیمت کا تبادلہ ہونے کے ساتھ ہی معاملہ ختم ہو جاتا ہے اس کے بعد مشتری کو کوئی چیز بائع کو واپس دینی نہیں ہوتی، مکان یا زمین یا سامان کے کرایہ میں اصل شے جس کے استعمال کا معاوضہ دیا جاتا ہے صرف نہیں ہوتی بلکہ برقرار رہتی ہے اور بجنسہ کرایہ دار کو واپس دیدی جاتی ہے لیکن سود کے معاملہ میں قرض دار سرمایہ کو صرف کر چکتا ہے اور پھر اس کو وہ صرف شدہ مال دوبارہ پیدا کرکے اضافہ کے ساتھ واپس دینا ہوتا ہے۔

(۴) تجارت اور صنعت وحرفت اور زراعت میں انسان محنت، ذہانت اور وقت صرف کرکے اس کا فائدہ لیتا ہے مگر سودی کاروبار میں وہ محض اپنا ضرورت سے زیادہ مال دے کر بلا کسی محنت ومشقت کے دوسروں کی کمائی میں شریک غالب بن جاتا ہے اس کی حیثیت اصطلاحی "شریک" کی نہیں ہوتی جو نفع اور نقصان دونوں میں شریک ہوتا ہے اور نفع میں جس کی شرکت نفع کے تناسب سے ہوتی ہے بلکہ وہ ایسا شریک ہوتا ہے جو بلا لحاظ نفع ونقصان اور بلا لحاظ تناسب نفع اپنے طے شدہ منافع کا دعویدار ہوتا ہے۔

ان وجوہ سے تجارت کی معاشی حیثیت اور سود کی معاشی حیثیت میں اتنا عظیم الشان فرق ہو جاتا ہے کہ تجارت انسانی تمدن کی تعمیر کرنیوالی قوت بنجاتی ہے اور اس کے برعکس سود اس کی تخریب کرنے کا موجب بنتا ہے۔ پھر اخلاقی حیثیت سے یہ سود کی عین فطرت ہے کہ وہ افراد میں بخل، خود غرضی، شقاوت، بے رحمی اور زر پرستی کی صفات پیدا کرتا ہے اور ہمدردی وامداد باہمی کی روح کو فنا کر دیتا ہے اس بنا پر سود معاشی اور اخلاقی

دونوں حیثیتوں سے نوع انسانی کے لیے تباہ کن ہے۔" (ترجمان القرآن ماہ شعبان ۱۳۷۳ھ مجوم)

مسئلہ سود اور احادیث نبوی

قرآن مجید میں حرمت سود کی جو تفصیلات بہ تدریج نازل ہوئی ہیں ان سے ہمیں یہ علم ویقین حاصل ہو چکا ہے کہ اس کی حرمت بالکل مطلق اور غیر مشروط ہے اس میں نہ تو دار الاسلام کی کوئی قید ہے اور نہ مال معصوم کی کوئی شرط بلکہ ہر جگہ اور ہر دو انسانوں کے درمیان یہ معاملہ حرام ہے۔ سود کا تحقق جس طرح مسلمان کے مال میں ہوتا ہے اسی طرح کافر حربی کے مال میں بھی ہوتا ہے۔ اب ہمیں یہاں یہ دیکھ لینا چاہیے کہ شارع اسلام مہبط وحی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں کہیں کوئی قید یا شرط پائی جاتی ہے یا نہیں؟ احادیث نبوی کا جو وسیع سرمایہ اس وقت موجود ہے اس میں کہیں بھی کوئی قید یا کوئی شرط نہیں پائی جاتی۔ جس طرح قرآن میں حرمت ربا کا حکم مطلق ہے اسی طرح احادیث نبوی میں بھی مطلق ہے جس طرح قرآن مجید میں حقیقت ربا کے تحقق کے لیے مال معصوم کی شرط نہیں اسی طرح احادیث نبوی میں بھی کوئی ایسی شرط نہیں۔

احادیث نبوی میں چند احادیث وہ ہیں جن میں بتایا گیا ہے کہ قرآن نے کونسا سود حرام کیا ہے اور دوسری وہ ہیں جن میں ربا الفضل کو حرام کیا گیا ہے۔ ربا القرآن کی تشریح اس طرح فرمائی گئی ہے۔

لا ربوا الا فی النسیئة	ربا نہیں ہے مگر نسیئہ میں
انما الربوا فی النسیئة	بجز نسیئہ ربا نہیں
لا ربوا الا فی الدین	ربا نہیں مگر دین میں

اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سداً للذریعہ ربا کی وہ قسم بھی حرام قرار دی جس کو ہم ربا الفضل کہتے ہیں۔ تحریم ربا الفضل سے متعلق چند حدیثیں ہم یہاں پیش کرتے ہیں۔

عن عبادة بن الصامت قال	عبادہ بن صامت نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الذہب	فرمایا سونا کو سونا سے چاندی کو چاندی سے گیہوں کو گیہوں
بالذہب والفضة بالفضة والبر	سے جو کو جو سے کھجور کو کھجور سے اور نمک کو نمک سے
بالبر والشعیر بالشعیر والتمر بالتمر	برابر دست بدست بیچو اور جب یہ قسمیں آپس میں مختلف
والملح بالملح مثلاً بمثل سواء بسواء	ہوں تو دست بدست جس طرح چاہو بیچو۔۔۔۔۔

یدا بید فاذا اختلفت ھذہ الاصناف ....

فبیعوا کیف شئتم اذا کان یدا بید (مسلم شریف) ....

یہ اور تقریباً انھیں الفاظ کی چند دوسری حدیثیں تمام ائمۂ فقہ و حدیث کے نزدیک ان مسائل ربا کے لیے جو احادیث سے ثابت ہیں اصل الاصول کا حکم رکھتی ہیں۔ انہی احادیث سے انھوں نے ربا کی تعریف اخذ کی ہے اور بیسیوں مسائل استنباط کرکے سود کا ایک طویل باب کتاب البیوع میں الگ مرتب کیا ہے۔ یہاں مجھے نہ ان مسائل کی تفصیل کرنی ہے اور نہ ائمۂ فقہ کے اختلافات بتانا مقصود ہے۔ بلکہ یہ بتانا ہے کہ شارع اسلام نے بطور اصل چھ چیزوں کو شمار کرکے یہ حکم دیا کہ ان میں ہر ایک کو اگر اس کی جنس کے ساتھ بیچا جائے تو اس کو برابر برابر اور دست بدست ہونا چاہیے اور اگر ان میں سے ہر ایک کو اس کے جنس کے ساتھ نہ بیچا جائے بلکہ غیر جنس کے ساتھ بیچا جائے مثلاً سونا کو چاندی سے یا گیہوں کو کھجور سے بیچا جائے تو ان کو زیادتی، کمی کے ساتھ بیچنا حلال ہے صرف شرط یہ ہے کہ دست بدست یعنی نقد ہو ادھار نہ ہو۔ انھیں اشیائے ستہ اور ان پر قیاس کردہ اشیا کو تفاضل کے ساتھ بیچنا ربا الفضل ہے۔ ابوبکرہ رضی اللہ عنہ نے کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

قال ابوبکرۃ رضی اللہ عنہ قال	ابوبکرہ رضی اللہ عنہ نے کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تبیعوا	نے فرمایا سونا کو سونا کے بدلے میں اور چاندی کو
الذھب بالذھب الا سواء بسواء	چاندی کے بدلے میں نہ بیچو مگر برابر برابر اور سونا کو
والفضۃ بالفضۃ الا سواء بسواء وبیعوا	چاندی کے بدلے میں اور چاندی کو سونا کے عوض
الذھب بالفضۃ والفضۃ بالذھب	میں بیچو جیسے چاہو۔ ....

کیف شئتم (بخاری شریف کتاب البیوع) ....

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سونا کو سونا اور چاندی کو چاندی کے عوض کمی بیشی کے ساتھ فروخت کرنا ناجائز ہے اور عدم جواز کا یہ حکم بالکل مطلق اور غیر مشروط ہے۔ لاتبیعوا اور بیعوا کا مخاطب ہر مسلمان ہے چاہے وہ دار الاسلام میں ہو یا دار الکفر میں اور چاہے وہ کسی مسلم و مستامن سے خرید و فروخت کرے یا کسی کافر حربی سے۔

عن عثمان بن عفان ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال لا تبیعوا الدینار بالدینارین ولا الدرهم بالدرهمین (مسلم شریف باب الربا)

عثمان بن عفان سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک دینار کو دو دیناروں کے بدلے میں، اور ایک درہم کو دو درہموں کے بدلے میں نہ بیچو۔

امیر المومنین عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی اس مرفوع حدیث سے طلائی و نقرئی سکوں کی بیع و فروخت کا حکم بھی معلوم ہو گیا اور بہ تصریح یہ بات معلوم ہوئی کہ کسی مسلمان کے لیے کہیں بھی اور کسی سے بھی ایک دینار کو دو دینار اور ایک درہم کو دو درہم کے بدلے میں بیچنا ناجائز ہے اور اگر کوئی مسلمان کسی مسلمان یا مستامن یا کافر حربی سے ایک دینار کے بدلے میں دو دینار اور ایک درہم کے بدلے میں دو درہم وصول کرے گا تو وہ اس صریح اور مطلق حکم کی مخالفت کا مجرم ہو گا۔

عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم الذهب بالذهب وزنا بوزن مثلا بمثل والفضة بالفضة وزنا بوزن مثلا بمثل فمن زاد واستزاد فهو ربا (مسلم شریف)

ابو ہریرہ سے مروی ہے انھوں کہا، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سونا، سونے کے بدلے میں تول کر برابر برابر اور چاندی چاندی کے بدلے میں تول کر برابر برابر پس جس نے زیادہ دیا یا زیادہ لیا تو وہ سود ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث مرفوع اس قدر صاف اور صریح ہے کہ اس مسئلہ کی تمام الجھنوں کو حل اور تمام شبہات کو دور کر دیتی ہے۔ مَن کا لفظ اور اس کے تحت مسلمانوں کا ہر فرد بلکہ انسانوں کا ہر فرد داخل ہے چاہے وہ روئے زمین کے جس حصے میں زندگی بسر کر رہا ہو۔ اس حدیث سے بلا ریب یہ حکم عام معلوم ہوتا ہے کہ سونا کے بدلے میں زیادہ سونا لینا دینا اور چاندی کے بدلے میں زیادہ چاندی لینا دینا سود ہے چاہے یہ لین دین دو مسلمانوں کے درمیان ہو یا مسلم حربی کے درمیان۔ سود کے تحقق کے لیے نہ تو مال معصوم کی کوئی شرط ہے اور نہ اس کی حرمت کے لیے دار الاسلام کی قید۔ متعاقدین چاہے مسلمان ہوں یا مستامن یا معاہد یا مسلم حربی بہر نوع یہ زیادتی سود ہو گی۔

مسئلۂ سود اور آثار صحابہ قرآن کریم اور احادیث نبوی سے یہ معلوم ہو چکا کہ سود ہر مسلمان پر حرام ہے چاہے وہ کہیں ہو۔ حرمت ربا بالکل مطلق اور غیر مشروط ہے نہ تو اس کی حرمت کے لیے کسی جگہ کی قید ہے اور نہ کسی

حقیقت کے تحقیق کے لیے ربا میں منصوص کی شرط۔ اب یہاں یہ دیکھ لینا ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے سود کے متعلق کیا آثار مروی ہیں۔ آیا کہیں صحابہ کے آثار میں کوئی قید یا کوئی شرط پائی جاتی ہے یا نہیں؟

عن مجاهد المكي ان صائغا سأل عبد الله بن عمر اني اصوغ ثم ابيع الشيء من ذلك باكثر من وزنه فاستفضل من ذلك قدر عملي فنهاه عبد الله بن عمر عن ذلك فجعل الصائغ يردد عليه المسألة ويأباه عليه عبد الله بن عمر حتى انتهى الى دابته او الى باب المسجد فقال له عبد الله الدينار بالدينار والدرهم بالدرهم لا فضل بينهما هذا عهد نبينا الينا وعهدنا اليكم (شرح معانی الآثار)

مجاہد مکی سے مروی ہے کہ ایک سنار نے حضرت عبداللہ بن عمر سے پوچھا کہ میں سناری کرتا ہوں اور پھر اس چیز کو اس سے زیادہ وزن کی چیز کے ساتھ فروخت کرتا ہوں اور بقدر اپنے کام کے اپنی چیز سے زیادہ وزن کی چیز لیتا ہوں تو عبداللہ بن عمر نے اس کو منع کیا۔ وہ برابر اس مسئلہ کو دہراتا رہا اور حضرت ابن عمر انکار کرتے رہے یہاں تک کہ وہ اپنی سواری تک یا مسجد کے دروازے تک پہنچا تو حضرت عبداللہ نے فرمایا ایک دینار کے بدلے میں ایک دینار ایک درہم ایک درہم کے بدلے میں ان کے درمیان زیادتی جائز نہیں اسی کی وصیت ہمارے

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے اس اثر سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام نے بھی حرمت ربا کے حکم کو مطلق اور غیر مشروط ہی سمجھا تھا عہدنا الینا اور عہدنا الیکم کے الفاظ بتا رہے ہیں اموال ربویہ میں تفاضل ہمیشہ اور ہر جگہ ناجائز ہے۔ عہد رسالت سے لے کر عہد صحابہ تک اس کے عدم جواز ہی کی وصیت ہوتی آئی ہے اگر اس کے جواز کا کوئی موقع ہوتا تو ناممکن تھا کہ عہد رسالت سے عہد صحابہ تک کہیں اس کا بیان نہ ہو

قال سمعت ابن عمر يقول خطب عمر فقال لا يشتري احدكم دينارا بدينارين ولا درهما بدرهمين ولا قفيزا بقفيزين اني اخشى عليكم الربا واني لا اوتى باحد فعله الا اوجعته عقوبة في نفسه وماله (ايضاً)

راوی نے کہا میں نے ابن عمر سے کہتے ہوئے سنا کہ حضرت عمر نے خطبے میں فرمایا تم میں کا کوئی ایک دینار کو دو دینار کے بدلے میں اور ایک درہم کو دو درہم کے بدلے میں اور ایک قفیز کو (ایک پیمانہ ہے) دو قفیز کے بدلے میں خرید و فروخت نہ کرے میں ڈرتا ہوں کہ تم سود میں مبتلا ہو جاؤ گے اور اگر میرے پاس اس کا مرتکب لایا گیا تو میں اس کو جانی و مالی سزا دوں گا۔

صحابۂ کرام کے آثار کا استقصا مقصود نہیں ہے۔ ان دو آثار کے بعد راقم دو ایسے آثار پیش کرتا ہے جو اس بات کے لیے قول فیصل ہیں کہ حرمت ربا کا حکم بالکل مطلق اور غیر مشروط ہے اور دار الحرب میں بسنے والے حربیوں سے بھی اموال ربویہ کو تفاضل کے ساتھ بیچنا حرام ہے۔

علی بن رباح اللخمی قال کنا فی غزاۃ مع فضالۃ بن عبید فسألناہ عن بیع الذھب بالذھب فقال مثلاً بمثل لیس بینھما فضل (ایضًا)

علی بن رباح لخمی نے کہا کہ ہم ایک غزوے میں فضالہ بن عبید کے ساتھ تھے میں نے ان سے سونے کو سونے کے بدلے میں بیچنے کا مسئلہ پوچھا تو انھوں نے جواب دیا کہ برابر برابر ان دونوں کے درمیان زیادتی جائز نہیں۔

دیکھنے کی چیز یہ ہے کہ یہ سوال و جواب ایک غزوے کا ہے جب کہ فوجیوں کا تعلق دار الحرب اور حربیوں سے ہوتا ہے اگر اہل حرب سے تفاضل کے ساتھ بیچنا جائز ہوتا تو ناممکن تھا کہ فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ اس کا بیان نہ فرماتے اس موقع پر ان کا یہ جواب صاف بتا رہا ہے کہ تفاضل کہیں اور کسی سے جائز نہیں۔

عن ابی قیس مولی عمرو بن العاص قال کتب ابوبکر الصدیق الی امراء الاجناد حین قدموا الشام اما بعد فانکم قد ھبطتم ارض الربا فلا تتبایعون الذھب بالذھب الا وزنا بوزن ولا الورق بالورق الا وزنا بوزن ولا الطعام الا کیلا بکیل قال ابو قیس قرأت کتابہ (شرح معانی الآثار ج ۲)

ابو قیس مولی عمرو بن العاص سے مروی ہے انھوں نے کہا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے امراء لشکر کو اس وقت لکھا جب وہ شام پہنچے تم لوگ سودی کاروبار کے ملک میں اترے ہو پس سونے کو سونے سے نہ بیچو مگر تول میں برابر برابر اور چاندی کو چاندی سے نہ بیچو مگر تول میں برابر برابر اور کھانے کو کھانے سے نہ بیچو مگر ناپ میں برابر برابر ابو قیس نے کہا کہ میں نے یہ فرمان دیکھا

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے اس فرمان کو دیکھنے کے بعد کوئی کس طرح یہ کہہ سکتا ہے کہ حربی سے ایک درہم کو دو درہم کے بدلے میں بیچنا جائز ہے۔ فرمان امرائے لشکر کو حربیوں ہی کے ساتھ بیچنے کی روک تھام کے لیے بھیجا گیا تھا اور دار الحرب میں بھیجا گیا تھا انکم قد ھبطتم ارض الربا کے الفاظ اس کی تصریح کر رہے ہیں۔ قرآن کریم، احادیث نبوی اور آثار صحابہ سے یہ بات پایۂ تحقیق کو پہنچ گئی کہ حرمت ربا کا حکم بالکل مطلق اور غیر مشروط ہے۔

سود خواروں کے متعلق چند حدیثیں اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں جس عذاب کی دھمکی دی ہے اور سود نہ چھوڑنے والے مسلمانوں کو جس وبال کی وعید سنائی ہے اس کا حال گزر چکا اب یہاں چند حدیثیں پیش کی جاتی ہیں:

قال ولعن أكل الربوا وموكله (بخاری)

راوی نے کہا اور لعنت کی رسول اللہ صلعم نے سود کھانے اور کھلانے والے پر۔

عن جابر قال لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم اكل الربوا وموكله وكاتبه وشاهديه وقال هم سواء۔ (مسلم شریف)

حضرت جابر نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت بھیجی ہے سود کھانے والے، کھلانے والے، اس کے لکھنے والے اور اس کے گواہوں پر اور فرمایا ہے کہ وہ سب برابر ہیں۔

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لعنت کا جو شخص مستحق ٹھیرے اس سے زیادہ بدنصیب اور کون ہوگا، رحمت عالم و عالمیاں جس پر لعنت بھیجیں، رحمت الٰہی سے اس کی دوری کی کوئی حد بھی ہے۔

عن سمرة بن جندب رضی الله عنه قال قال النبی صلی الله علیه وسلم رایت اللیلة رجلین اتیانی فاخرجانی الی ارض مقدسة فانطلقنا حتی اتینا علی نهر من دم رجل قائم علی وسط النهر رجل بین یدیه حجارة فاقبل الرجل الذی فی النهر فاراد ان یخرج رمی الرجل بحجر فی فیه فرده حیث کان فجعل کلما جاء لیخرج رمی فی فیه فیرجع کما کان فقلت ماهذا فقال الذی رایته فی النهر أکل الربوا (بخاری کتاب البیوع)

سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہا: فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میں نے رات دیکھا کہ دو شخص میرے پاس آئے اور مجھے ارض مقدس کی طرف لے گئے ہم چلتے رہے یہاں تک کہ خون کی ایک نہر پر پہنچے اس میں ایک شخص کھڑا تھا اور نہر کے کنارے ایک شخص کے سامنے پتھر رکھے ہوئے تھے نہر والا آدمی سامنے آیا اور چاہا کہ نہر سے باہر نکلے پتھر والے شخص نے اس کے منہ پر پتھر مارا اور اسے وہیں لوٹا دیا جہاں پہلے تھا پھر جب جب وہ نکلنے کا ارادہ کرتا وہ اس کے منہ پر پتھر مارتا اور وہ وہیں لوٹ جاتا جہاں تھا۔ میں نے پوچھا یہ کیا ہے تو جواب ملا تم نے جس آدمی کو نہر میں دیکھا ہے وہ سود خوار ہے۔

سود خوار کے اس عذاب میں اس کے اعمال کے ساتھ کتنی مناسبت ہے، سود خوار دنیا میں

ایک بڑی جونک ہے جو غریبوں کے بدن سے ان کی گاڑھی کمائی کا خون چوس چوس کر موٹی ہوتی ہے آخرت میں بھی خون اس کے عذاب کا ذریعہ ہوگا اور جس منہ سے اس نے خون چوسا تھا اس پر پتھر برسیں گے اور اس کو مقام عذاب کی طرف لوٹاتے رہیں گے۔ (اعاذنا اللہ منہ)

(باقی)

فہرست مطبوعات مکتبہ جماعت اسلامی

رسالہ دینیات .... عمہ	اسلام اور ضبط ولادت ۱۲ر
خطبات (مطبوعہ تاج کمپنی) ۹ر	رسالہ دینیات (انگریزی) .... عہ
سیاسی کشمکش (حصہ سوم) ۶ر	اسلام کیا ہے؟ (" ") .... عہ
تنقیحات .... عمہ	الحاد کے بعد کیا؟ (" ") ۱۲ر
مسئلہ قومیت .... عمہ	معاشی مسئلہ ۹ر
مسئلہ جبر و قدر .... عہ	اسلام اور جاہلیت ۶ر
تجدید و احیائے دین .... عہ	نیا نظام تعلیم ۴ر
قرآن کی چار بنیادی اصطلاحیں ۱۴ر	اخلاقی نقطۂ نظر ۴ر
اسلامی عبادات پر تحقیقی نظر ...... عہ	دین حق ۴ر
روداد جماعت اسلامی (حصہ اول) ۱۰ر	نشان راہ ۶ر
" " (حصہ دوم) ۹ر	دستور جماعت اسلامی ۲ر
" " (حصہ سوم) .... عہ	اہم استفتاء ۲ر

دیگر اداروں کی کتابیں

افکار سندھی پر ایک نظر (از مولانا مسعود عالم صاحب) عمہ	حقیقت نماز (از مولانا امین احسن صاحب) ۸ر	نظام اطاعت کی تین کڑیاں ۲ر
ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک (" ") ۶ر	حقیقت شرک (" " ") عمہ	تحریک اسلامی کی؟
سیرت محمد بن عبدالوہاب (" ") ۶ر	مسلمان کیا کریں ۶ر	اخلاقی بنیادیں ۶ر
حقیقت جہاد (از مولانا صدر الدین صاحب) عمہ	بنیادی عقیدہ ۲ر	خطبۂ تقسیم سند ۲ر